محمد بشیر

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اوّل میں، جب کہ برصغیر پاک و ہند کی ملّتِ اسلامیہ کے اقبال کا سورج غروب ہو چکا تھا اور محکومی و ادبار کے سیاہ بادل اپنی روز افزوں ظلمت سے تمام فضا و ماحول کو تیرہ و تار کر رہے تھے، احیائے ملّت کے جذبے سے سرشار جن مجاہدوں نے اس قحط الرجال میں ملّتِ اسلامیہ کی رہنمائی کی، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ذاتِ گرامی ان سرفروشوں کے سرخیل و پیشوا کی حیثیت سے ممتاز و منفرد مقام رکھتی ہے۔

وہ یاس و نامرادی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں امید و کامرانی کی شمع بن کر چمکے۔ ان کے شب و روز احیائے ملّت کی فکر و مساعی میں صرف ہوئے۔ ان کی تمام فکری و عملی صلاحیتیں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف رہیں۔ خانوادۂ ولی اللّٰہی کا یہ چشم و چراغ قیامِ خلافتِ الٰہیہ کے پُرجوش، مخلص اور فعال داعی کی حیثیت سے ہمہ وقت و ہمہ تن امتثالِ امر کا مصداق رہا اور بالآخر اسی جادۂ دعوت و عزیمت پر دادِ شجاعت دیتا ہوا شہادت سے سرفراز ہو کر اپنی انتہائے آرزو کو پہنچا اور آنے والوں کے لیے چراغِ منزل بن گیا۔

حسب و نسب

شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ عبدالغنیؒ کے اکلوتے فرزند، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے پوتے اور حضراتِ ثلاثہ یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ، شاہ رفیع الدین محدثؒ اور شاہ عبدالقادرؒ محدث کے بھتیجے تھے وہ نسباً فاروقی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ ثانی حضرت عمرِ فاروقؓ سے ملتا ہے۔[1]

ولادت اور تعلیم و تربیت

آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں آپ کے تذکرہ نگار مختلف الآرا ہیں۔[2] مستند روایت کے مطابق

---

[1] مولانا ضیاء الدین علوی امروہوی، مرآۃ الانساب بحوالہ مولانا محمد میاںؒ، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج ۲، طبع اول، ص ۱۹۹۔

[2] (الف): (۱) رحیم بخش دہلوی، حیات ولی، ص ۴۲۸ ـ (۲) میرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ جماعت مجاہدین، ص ۱۳۔

آپ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت ضلع مظفرنگر اپنی ننھیال میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ تھا[۲]

آپ نے شاہ ولی اللہ کے خانوادۂ فضیلت و انتساب کی آغوش میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اکتساب علم و فضل کے لیے آپ کو کہیں باہر جانے کی ضرورت نہ تھی۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم رقمطراز ہیں:

"پاک و ہند کی وسیع سرزمین میں علم و فضل، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد، تجدید دین، احیائے اسلامیت اور اصلاح امت کی ایسی بلند نسبتیں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں جن سے شاہ اسمٰعیل مشرف ہوئے اور ایسی گراں بہا میراث بھی بہت کم لوگوں کو ملی ہوگی۔ شاہ اسمٰعیل نے ان نسبتوں اور اس میراث کی گراں بہائی نہ محض قائم رکھی، بلکہ عملاً ان کی زینت و زیبائی بدرجہا درخشاں تر بنا دی"[۳]

اسی ضمن میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

"آپ نے علما کے سب سے بڑے مجمع اور سب سے بڑے علمی اور سب سے بہتر دینی ماحول میں آنکھ کھولی، بچپن میں کانوں میں قال اللہ و قال الرسول کی آواز پڑی۔ جو علمی باتیں اور جو مذہبی مسائل، حلال و حرام و ضروریاتِ دینی لوگوں کو کتابوں اور مطالعہ سے آتی ہیں وہ آپ کو باتوں باتوں اور قصے کہانیوں میں معلوم ہوگئیں۔ تربیت کے لحاظ سے یہ تربیت نہایت مکمل تھی جو کم خوش نصیبوں کو نصیب ہوتی ہے لیکن آپ اس تربیت کے محدود دائرے سے بہت آگے تھے اور بہت جلد شاہ صاحب کے خاندان میں بھی آپ بہت ممتاز ہوگئے تھے"[۵]

---

[۱] فضل حسین، الحیات بعد الممات ص ۱۲۱۔ (۲) مولانا غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین ص ۱۱۹ کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء مستند ہے۔

(ب) لیڈن طبع اوّل، ج ۲، ص ۵۴۹ اور ڈاکٹر محمد باقر "انیسویں صدی کا مجاہد مصلح" مقالہ مشمولہ در "شاہ اسمٰعیل شہید" ص ۳۶ کے مطابق شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تاریخ ولادت ۲۸ شوال ۱۱۹۶ھ بمطابق ۶ اکتوبر ۱۷۸۱ء ہے۔

(ج) نواب صدیق حسن خان مرحوم "اتحاف النبلا" ص ۴۱۶ کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۰۲ھ ہے۔

[۲] (۱) غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین ص ۱۲۰۔ (۲) رحیم بخش دہلوی، حیات ولی، ص ۴۶۸

[۳] غلام رسول مہر، مقدمہ تقویۃ الایمان، ص ۷

[۵] سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید، طبع اوّل، ص ۲۲۳

جب آپ نے چھٹے سال میں قدم رکھا تو حفظِ کلام اللہ سے آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا گیا۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآنِ مجید حفظ کر لیا[6] اور ساتھ ہی اس کے مطالب و معانی سے بھی واقفیت حاصل کی۔ میرزا حیرت دہلوی کا بیان ہے کہ جب آپ اپنے ہم عمر بچوں میں کھیلتے تو اس وقت بھی منکرات سے نہ صرف خود اجتناب فرماتے بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتے[7]

ولی اللّٰہی خاندان کے نصابِ تعلیم میں ریاضی لازمی مضمون تھا۔[8] چنانچہ زمانۂ حفظِ قرآن میں شاہ اسمٰعیل کو ریاضی کی تعلیم بھی دی گئی۔ اقلیدس کے چاروں مقالے انھوں نے ایک مہینہ میں ختم کر لیے۔ پانچواں مقالہ شروع کرنے سے پہلے حساب میں اچھی خاصی مہارت پندرہ روز میں پیدا کر لی۔ جس سے پانچواں اور چھٹا مقالہ بھی آسانی سے پڑھ لیا[9] چھ سات سال کی عمر میں آپ اقلیدس کے اصولِ موضوعہ و متعارفہ سے فارغ ہو چکے تھے[10] پھر جبر و مقابلہ، علمِ مثلث اور مساحت وغیرہ وغیرہ سے بھی دو ڈھائی مہینے میں فراغت حاصل کر لی[11] اور اس طرح حفظِ کلام اللہ کے ساتھ ہی آپ کو ریاضی کی ہر شاخ میں عمدہ دستگاہ حاصل ہو گئی۔[12]

صرف و نحو کی کتبِ متداولہ اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اس کے بعد منقولات کی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں، آپ ابھی دس سال کے تھے کہ ۱۶ رجب ۱۲۰۳ھ (۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء) کو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ والد کی وفات کے بعد ان کے چچا شاہ عبدالقادرؒ نے ان کو اپنے دامنِ تربیت میں لے لیا اور بالکل اپنی اولاد کی طرح آپ کا خیال رکھا[13]

---

[6] (۱) مولوی رحیم بخش دہلوی، حیاتِ ولی، ص ۴۶۸۔ (۲) میرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۲۶

[7] میرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۲۶

[8] امام خان نوشہروی، ابو یحیٰی، تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۹۳

[9] فضل حسین، الحیات بعد الممات، ص ۱۰۹

[10] (۱) میرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۳۱۔ (۲) نسیم احمد فریدی، حضرت شاہ اسمٰعیل اور معاندین اہلِ بدعت کے الزامات ص ۱۷

[11] فضل حسین، الحیات بعد الممات ص ۱۰۹ [12] (۱) ایضاً (۲) میرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۳۱

[13] (۱) ایضاً۔ (۲) سرسید احمد خان، تذکرۂ اہلِ دہلی، ص ۱۱۶۔ (۳) نواب صدیق حسن خان، اتحاف النبلاء، ص ۴۱۶۔ (۴) حکیم عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ج ۷، ص ۵۷۔

"تذکرۂ اہلِ دہلی" کے اس بیان کے برعکس رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے ہونہار بھتیجے کو
اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا تھا[۱۴]

خداداد قابلیت

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ جوہرِ قابل، محتاجِ تربیت اور نیازمندِ تعلیم نہیں ہوتا، فطرت اُسے ربانی صلاحیتوں اور قابلِ رشک قابلیتوں سے آراستہ پیراستہ کر دیتی ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی زندگی ایسی ہی خوارقِ عادات جھلکیوں کا ایک دلآویز مرقع ہے۔

سرسید احمد خان شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

آپ کے آئینۂ خاطر مصقلۂ تائیدِ الٰہی نے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرارِ ازل بے حجاب آپ پر منکشف تھے۔ مطالعہ سے استغنا کے باعث یاد ہی نہ رہتا تھا کہ سبق کہاں سے شروع ہوگا۔ کبھی اصل مقام سے بعد کی عبارت شروع کر دیتے، شاہ عبدالقادر ٹوکتے تو کہہ دیتے کہ مطلب سہل سمجھ کر نہیں پڑھا، جب وہ متروکہ حصے میں سے کچھ پوچھتے تو شاہ شہید ایسی تقریر فرماتے کہ سب لوگ حیران رہ جاتے۔ کبھی اصل مقام سے پیشتر سبق کا آغاز کر دیتے، شاہ عبدالقادرؒ متنبہ فرماتے تو آپ ایسے شبہات کو رد کر دیتے کہ فاضل استاد کو بھی ان کے جواب میں خاص توجہ مبذول کرنا پڑتی[۱۵]

آپ کی ذکاوت کی روایات عام ہیں[۱۶]۔ نواب صدیق حسن خان اس ضمن میں لکھتے ہیں:

آپ کا جوہرِ ذکاوت بہت غیر معمولی تھا۔ مشکل عبارتوں کو جلد سے جلد سمجھ کر مغزِ سخن تک پہنچ جاتے،

---

[۱۴] رحیم بخش دہلوی، حیاتِ ولی، ص ۴۶۸ [۱۵] سرسید احمد خان، تذکرۂ اہلِ دہلی، ص ۱۱۶، ۱۱۷

[۱۶] (۱) نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم، ص ۹۱۶۔ (۲) محمد محسن ترہتی، الیانع الجنی، ص ۱۰۹۔ (۳) مولانا عبدالحیؒ، نزہۃ الخواطر، ج ۷، ص ۵۶۔ (۴) محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، ص ۳۰۲، ۳۰۳۔ (۵) رحیم بخش دہلوی، حیاتِ ولی، ص ۴۶۹۔ (۶) مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۲۶ تا ۳۰۔ (۷) سرسید احمد خان، تذکرہ اہلِ دہلی، ص ۱۱۷۔ (۸) ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید، طبع ثانی، ص ۳۲۳۔ (۹) رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۴۹۔ (۱۰) غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، ص ۱۲۰۔

سعادت یار خان رنگین شاہ اسمٰعیل کی غیر معمولی ذکاوت دیکھ کر کہا کرتے تھے:

"اس خاندان سے جو اٹھتا ہے باون گزا اٹھتا ہے۔" ایضاً، ص ۱۲۱

ان کی ذہانت و فطانت کی حکایتیں اہل علم کی ہر محفل کے لیے باعث زینت ہیں [۱۷]

آپ کے ایک ہم سبق مولوی کرامت علی حیدر آبادی راوی ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شہید صرف ایک مرتبہ اپنا سبق پڑھ کر پھر کتاب کو بند کر کے رکھ دیتے، اور دوبارہ اُسے کبھی نہیں دیکھتے تھے۔ آپ کے ہم سبق طلبا نے آپ کی اس بے پروائی کی شکایت شاہ عبدالعزیز سے کی۔ انھوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے پچھلا پڑھا ہوا از بر سنا دیا، اس وقت طلبا کو آپ کی خداداد ذہانت و فطانت کا حال معلوم ہوا [۱۸]

آپ مدارس عربیہ کے متوسط یا ذہین طالب علموں کی طرح نہیں تھے جن کی سب سے بڑی ذہانت کتاب کا مضمون سمجھ لینا ہے۔ آپ مجتہدانہ دماغ کے آدمی تھے اور بہت سے درسی کتابوں کے مصنفین و شراح سے زیادہ ذکاوت اور علمی مناسبت رکھتے تھے [۱۹]

سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ (والد ماجد شیخ الہندؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ عبدالقادرؒ سے "افق المبین" [۲۰] پڑھتے تھے اور اس طور پر پڑھتے تھے کہ دو دو ورق پڑھتے، کہیں شاہ اسمٰعیل کچھ پوچھ لیتے، کہیں شاہ عبدالقادرؒ کچھ بتا دیتے، ورنہ یونہی پڑھتے جاتے تھے۔ اتفاق سے ایک دن مولوی فضل امام صاحب خیر آبادی [۲۱] (مولوی فضل حق کے والد) سبق کے وقت موجود تھے اور اس حیرت انگیز سبق کو دیکھ کر متعجب ہو رہے تھے۔ اتفاقاً شاہ عبدالقادرؒ اثنائے سبق میں کسی ضرورت سے اُٹھے تو مولوی فضل امام صاحب نے کہا:

"صاحبزادے کیوں مصنّف کی روح کو تکلیف دیتے ہو؟"

وہ پاس ادب چپ ہو رہے، لیکن اتنے میں شاہ عبدالقادرؒ آ گئے، انھوں نے یہ بات سن کر فرمایا:

"مولوی صاحب! اس لڑکے سے کچھ پوچھیے تو اس کا حال آپ کو معلوم ہو۔"

۱۷؎ نواب صدیق حسن خان، اتحاف النبلا، ص ۴۱۶

۱۸؎ محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہیدؒ، ص ۳۰۲، ۳۰۳۔

۱۹؎ سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہیدؒ (طبع ثانی ۱۹۴۱ء)، ص ۳۲۳

۲۰؎ یہ فلسفہ کی نہایت ادق کتاب ہے۔

۲۱؎ "علوم عقلیہ اور فنون حکمیہ کو ان کی طبع وقاد سے اعتبار تھا اور علوم ادبیہ کو ان کی زباندانی سے افتخار" سر سید احمد خان تذکرہ اہل دہلی، ص ۱۲۹۔ اور رحمان علی تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۶۲ پر لکھتے ہیں۔ "در علوم عقلیہ گوئے سبقت ربودہ"

پہلے تو انھوں نے گھبرا کر کیا لیکن آخر ایک مسئلہ "افق المبین" کا پوچھا - مولانا اسمٰعیل صاحب نے نہایت شائستگی سے جواب دیا، انھوں نے اس کو رد کیا، پھر شاہ شہیدؒ نے جواب دیا - اس رد و قدح کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مولوی فضل امام، مولانا اسمٰعیل کی تقریر کا غور اور تامل سے جواب دینے لگے لیکن بالآخر خاموش ہو گئے[۲۲]

آپ نے درسیات میں تاریخ و جغرافیہ بھی پڑھا تھا۔[۲۳] "کتاب المسالک" اور "قانون مسعودی" وغیرہ کتب بھی آپ نے شاہ عبدالعزیزؒ سے پڑھیں[۲۴] معقولات کی موقوف علیہ کتابیں ختم کر لینے کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث کا درس لیا[۲۵]

---

[۲۲] سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہیدؒ، ص ۳۲۴، ۳۲۵

[۲۳] (۱) ابویحییٰ امام خان نوشہروی، "تراجم علمائے اہل حدیث ص ۹۳ پر رقمطراز ہیں:

"آپ کو جغرافیہ سے اتنا شغف تھا کہ کئی کئی گھنٹے ہندوستان کے نقشے کا بغور مطالعہ کرتے رہتے"

(۲) مولانا سعید احمد اکبر آبادی، "اسلامی انقلاب کا پہلا علمبردار" مقالہ در "شاہ اسمٰعیل شہیدؒ"، ص ۱۷۱ - (۳) فضل حسین، "الحیات بعد الممات":

"ان علوم میں طبعی مناسبت اور اس غیر معمولی شغف کی بدولت آپ نے مسلمانوں کے تنزل پر غور فرماتے ہوئے "اعلاء کلمۃ الحق" اور "قیامِ امامتِ کبریٰ" کی ضرورت محسوس فرمائی، جو دارین میں آپ کے علوِ مرتبت کا ذریعہ بنی اور آپ شہید کے لقب سے مقبول و مشہور ہوئے" ملاحظہ ہو: ابویحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیثِ ہند، ص ۹۳-

[۲۴] ڈاکٹر سید معین الحق، پیش لفظ، "ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیزؒ" (اُردو)، ص ۱۹-

[۲۵] (۱) مولوی رحیم بخش دہلوی، حیاتِ ولی، ص ۶۹۴۰ (۲) مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۲۸، ۲۹

"تعلیم الحدیث میں بھی شاہ اسمٰعیلؒ نہ پہلے سے مطالعہ کرتے، نہ بعد میں دہراتے - منطق و فلسفہ (کی تدریس) کے زمانے بچپنے کی کھیلیں تھیں - حدیث کے دوران میں تیر اندازی، بندوق کا نشانہ اور گھوڑے کی سواری کا مشغلہ تھا، گو ہم سبق اب شاہ عبدالعزیز سے شکایتیں کر بیٹھتے، جس کی وجہ سے آخر ایک دن شاہ عبدالعزیز نے فرمایا:

"تم کھیل کود میں زیادہ وقت صرف کرتے ہو اور مطالعہ نہیں کرتے"

آپ نے عرض کی "اے حضرت! مجھ سے پڑھا ہوا کچھ دریافت فرمالیں"

شاہ صاحب نے دو ایک سوال کیے، جن کا جواب آپ نے اس عمدگی سے دیا کہ طلبا کا مجمع دنگ رہ گیا"

ابویحییٰ امام خان نوشہروی، "تراجم علمائے حدیث ہند" ص ۹۳

آپ کا ذہن بلا کا رسا، طبیعت غضب کی جید اور حافظہ نہایت قوی تھا۔ ذہانت اور حافظہ کا معتدبہ حصہ مولانا شہیدؒ کے دماغ میں جو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا جیسے کہ ایک ہی مدرسہ اور ایک ہی استاد کے متعدد استفادہ کرنے والوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے[۲۶]

سندِ فراغ

"اپنی فطری قابلیتوں کے پیشِ نظر وہ خاندان کی امیدوں کا مرکز تھے۔ اس لیے ان کی ذہنی تربیت کے سلسلے میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی"[۲۷] آپ نے تمام علومِ مروجہ میں وہ درجہ حاصل کر لیا جو اس عہد میں تعلیم و تدریس میں آخری درجہ سمجھا جاتا تھا[۲۸] اور پندرہ سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے[۲۹]

علومِ ظاہری کے علاوہ علومِ باطنی میں بھی آپ نے بہرۂ وافر پایا تھا۔ قانونِ مشیتِ ایزدی، قانونِ توارث، افتادِ طبع، تربیتِ کاملہ اور ماحول یہ جملہ عناصر ایسے تھے، جنھوں نے ان کو اپنے زمانے کا عدیم المثال انسان بنا دیا تھا۔[۳۰]

"حضراتِ ثلاثہ کی صحبت و تربیت سے انھوں نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا تھا، جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ تھا"[۳۱]

آپ کے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اکثر فضلائے اکمل جو بزعمِ خویش کتاب دانی و دقیقہ شناسی میں فرد تھے، پیچیدہ

---

[۲۶] فضل حسین، الحیات بعد الممات، ص ۱۰۹، ۱۱۰ [۲۷] ڈاکٹر محمد باقرؒ "انیسویں صدی کا مجاہد مصلح" مقالہ در "شاہ اسمٰعیل شہیدؒ" ص ۳۶۔

[۲۸] بچپن میں آپ شوخ اور تیز طبیعت تھے اور شاہ عبدالعزیزؒ کے وعظ میں باقاعدہ شرکت نہیں کرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ چاہتے تھے کہ یہ باقاعدہ وعظ میں آیا کریں۔ ایک دن یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے، شاہ صاحب اس وقت سامنے موجود نہ تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "میں وعظ کہتا ہوں سنو" اور درخت کی ایک اونچی ٹہنی پر چڑھ گئے اور شاہ صاحب کے وعظ کی بعینہٖ نقل کر دی، نیز اپنی طرف سے نفیس افادات زیادہ کر دیے، شاہ صاحب برآمد ہوئے تو سب لڑکے بھاگ گئے، یہ رہ گئے، شاہ صاحب نے آپ سے فرمایا: "اب تم کو وعظ میں آنے کی ضرورت نہیں رہی"۔ ملاحظہ ہو ظہور الحسن کسولوی، ارواحِ ثلاثہ، ص ۱۰۰، ۱۰۱

[۲۹] (۱) سر سید احمد خان، تذکرہ اہلِ دہلی، ص ۱۱۷۔ (۲) غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، ص ۱۲۱۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ چودہ پندرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ ملاحظہ ہو: (۱) مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۲۷، ۲۸ (۲) فضل حسین، الحیات بعد الممات، ص ۱۰۹

[۳۰] پروفیسر یوسف سلیم چشتی، "شاہ شہیدؒ کا ماحول" مقالہ مشمولہ در "شاہ اسمٰعیل شہیدؒ"، ص ۱۶۲

[۳۱] پروفیسر خلیق احمد نظامی، تاریخی مقالات، ص ۲۴۹

بوقت طلب مسائل سرِ راہ آپ سے بطورِ مناظرہ پوچھتے۔ خیال یہ ہوتا کہ کتاب پاس نہیں، اس لیے شافی جواب نہ دے سکیں گے، لیکن شاہ شہید بے تامل تقریر شروع کر[...] کی تشریح فرماتے کہ پوچھنے والوں کو اپنی جرأت پر خجالت ہوتی [۳۲] نواب صدیق حسن خان رقمطراز ہیں:

"معقول و منقول دونوں علوم میں ان کو اپنے اسلاف کی سی دستگاہ حاصل تھی۔ ائمہ کے اصول و فروع میں جب کلام کرتے تو اس فن کے امام نظر آتے۔ کسی بھی فن میں کسی کے ساتھ ان کا مناظرہ ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ وہ اس فن کے گویا حافظ ہیں۔

اصولِ فقہ نوکِ زبان تھے، حساب کا علم ان کی انگلیوں پر تھا اور قرآن و حدیث تو جیسے ان کے سینہ میں محفوظ ہیں۔ منقولات و فقہ میں وہ کہنہ مشق استاد معلوم ہوتے تھے۔ مزے کی بات یہ کہ دیگر علما کی طرح نہ تدریس و تعلیم ان کا مشغلہ تھا اور نہ کتابیں زیرِ مطالعہ رکھتے تھے۔ خداداد ذہانت اور طبع نفیس کی بدولت ممتحنین اور بڑے بڑے علما کے سامنے ہمیشہ سب سے آگے رہتے [۳۳]

فنونِ عسکری اور ورزشیں

شاہ اسمٰعیل شہید کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ عمل اور جوشِ خطابت کے ساتھ ولولۂ جہاد بھی ودیعت کیا تھا[۳۴] آپ صحیح معنوں میں عالمِ باعمل بننا چاہتے تھے۔ اس لیے علمِ دین میں کامل دست گاہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے فنونِ حرب میں بھی مہارتِ تامہ بہم پہنچائی تھی۔

"گہوارۂ علم میں پرورش پانے والا بچہ نازک مزاج ہونا چاہیے تھا، مگر آپ کو نزاکت سے نفرت تھی۔ شوقِ جہاد آپ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ نزاکت آفرینی کی بجائے آپ نے اپنے بدن کو شدائد کا یہاں تک خوگر بنایا تھا کہ سردی اور گرمی کا احساس گویا مفقود ہو گیا تھا۔ انھوں نے جس طرح منطق و فلسفہ، ریاضی اور اقلیدس میں اعلیٰ کمال حاصل کیا، حدیث و فقہ میں جس طرح مہارت حاصل کی، بعینہٖ فنِ سپاہ گری میں بھی استادانہ شان پیدا کی۔ وہ جس طرح مفسر و محقق، فقیہہ اور محدث تھے، ایسے ہی وہ بہترین شمشیر زن اور اعلیٰ درجے کے نشانہ باز بھی تھے۔ وہ اعلیٰ درجے کے مفکر، نظم و نسق کے بہترین ماہر اور میدانِ

---

[۳۲] سر سید احمد خان، تذکرہ اہلِ دہلی، ص ۱۱۷ [۳۳] نواب صدیق حسن خان، اتحاف النبلا، ص ۴۱۲

[۳۴] عبدالمجید عقیقی، "شہیدانِ حریت"، ص ۹۹۔

38499
Date 27.12.79

یں بہترین جرنیل ثابت ہوتے[35]

شاہ اسمٰعیل ایک غیور اور فعال دل و دماغ کے مالک تھے۔ وہ ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی سے سخت
ہ خاطر تھے۔ تاریخ اور جغرافیہ کے گہرے مطالعہ نے ان کے توسنِ احساس پر ایک اور تازیانہ لگایا،
خلی اور خارجی عوامل نے انھیں جسمانی ورزشوں اور عسکری کمالات کے شوق اور ولولہ سے سرشار کر دیا۔
ھوں نے پیراکی اور شہ زوری میں کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد شہسواری، بنوٹ اور بندوق زنی
ثالی مہارت اس زمانہ کے ممتاز اساتذۂ فن کی تربیت میں بہم پہنچائی[36] ان فنون میں کمال حاصل
لینے کے بعد اپنے جسم کو شدائد کا خوگر بنانے کی غرض سے شاہ اسمٰعیل شہید نے ایسی ریاضتیں اور
یں شروع کیں جن سے ان کے بدن میں جفاکشی اور بجلی کی سی تیزی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انھوں نے دو دن
ں اور پیاس پر غلبہ پانے، تمازتِ آفتاب میں برہنہ پا چلنے، سردی اور گرمی کی برداشت پیدا کرنے اور
پر اختیار حاصل کرنے کے طویل اور بے نظیر تجربات کیے[37]

یہ قوتیں قبضے میں آگئیں تو تقریر کی قوت بڑھائی۔ مرزا حیرت دہلوی کا بیان ہے کہ ایک ایک دن میں
پا... تین تین گھنٹے کہنے کا اتفاق ہوجاتا، لیکن کبھی آپ کی آواز نہ بیٹھی اور نہ ہی وعظ کے
یان پانی پینے کی ضرورت کبھی محسوس ہوئی[38]

الغرض جسمانی اعتبار سے جو مشقتیں اٹھائی جا سکتی ہیں ان سب کی مشق شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بہم پہنچائی[39]۔
ابِ تعلیم پہلے سے ختم ہو چکا تھا۔ فنونِ سپہ گری پر اب آکر قابو پا لیا۔ علمی زندگی کا ... جمالی اور عملی
ب کی شانِ جلالی دونوں بیک وقت یکجا جمع ہو گئے[40]

---

[35] مولانا محمد میاں مرحوم، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج ۲، ص ۱۹۰، ۱۹۱

[36] (۱) ایضاً، ج ۲، ص ۱۹۱۔ (۲) عبد المجید عقیقی، شہیدانِ حریت، ص ۹۹۔ (۳) مرزا حیرت دہلوی،
یاتِ طیبہ، ص ۲۱، ۲۲، ۴۰، ۴۲۔ (۴) فضل حسین، الحیات بعد الممات، ص ۱۱۰

[37] (۱) مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۴۴، ۴۵۔ (۲) مولانا محمد میاںؒ، علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج ۲،
ص ۱۹۱۔ (۳) سید ابوالحسن علی ندوی سیرت سید احمد شہیدؒ (طبع ثانی، ۱۹۴۱ء)، ص ۳۴۲

[38] مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۴۶ [39] ایضاً، ص ۴۵

[40] ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۹۵۔

تحصیلِ علم سے فراغت پر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے مسندِ دعوت و ارشاد کو زینت بخشی۔ شاہ عبد القادرؒ کی وفات کے بعد ان کی جگہ آپ خود درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مسلمانوں کی زبوں حالی سے آپ سخت کبیدہ خاطر رہتے اور ان کی اصلاح و ترقی کی فکر آپ کو دامن گیر ہوتی۔ بقول مولانا غلام رسول مہر: شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے علم و فضل کی شہرت اگرچہ عام تھی لیکن اس کے ساتھ (ہی ان کی) طبیعت میں ایک گونہ بے پروائی سی پائی جاتی تھی، یعنی انھوں نے کوئی مستقل مشغلہ اختیار نہ کیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خاندان میں جن مشاغل کا رواج تھا، انھیں وہ مقاصدِ اصلاح کے لیے کافی نہ سمجھتے تھے اور کوئی نیا مشغلہ پیشِ نظر نہ تھا، یا یہ سمجھ لیجیے کہ وہ اپنے دل میں ایک لائحہ عمل کا فیصلہ کر چکے تھے اور رفقا و معاونین کی تلاش میں تھے۔[42]

اسی زمانے میں سید احمد شہیدؒ، نواب امیر خان سے جدا ہو کر راجپوتانہ سے دہلی پہنچے اور شاہ عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد مسجد اکبر آبادی میں مقیم ہوئے۔ ان کے زہد و رُشد کا عام چرچا تھا۔ مختلف روایات کے مطابق مولانا عبد الحیٔ بڈھانوی اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے ان کی اقتدا میں دوگانہ ادا کرنے کے بعد ان سے بیعت کر لی۔[43] اس کے بعد کی زندگی بالکل بدل گئی، اصلاح و ارشاد ان کی شبانہ روز مساعی کا محور بن گیا۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں اور عام دنوں میں دوسرے مقامات پر وعظ فرماتے۔ انھوں نے اپنے وعظوں کو محراب و منبر تک محدود نہ رکھا بلکہ وہ گلی کوچوں، میلوں ٹھیلوں اور بازاروں میں پہنچ جاتے، وہاں لوگوں کو پند و نصیحت فرماتے۔ جامع مسجد کی سیڑھیاں جہاں روزانہ بازار لگتا تھا، وہاں اچھا خاصا ہجوم تھا، یہ سیڑھیاں تو مرکزی دار الارشاد کی حیثیت اختیار کر گئی تھیں۔

مولانا غلام رسول مہر تحریر فرماتے ہیں:

"بعض ثقات سے سُنا ہے کہ بارہ سال کے اشتغال و مراقبہ سے جو نسبت پیدا ہو جاتی تھی وہ شاہ صاحبؒ کے ایک وعظ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ پنجابی تاجر (جو) دکانداری میں مشاق تھے عموماً اعتراف کرتے تھے کہ خیر و خوبی کی کثرت اور نفع کی

---

۴۱ سر سید احمد خان، تذکرہ اہلِ دہلی، ص ۵۶

۴۲ مولانا غلام رسول مہر، مقدمہ تقویت الایمان، ص ۸

۴۳ (۱) حافظ محمد حسین مراد آبادی، انوار العارفین، ص ۵۱۹۔ (۲) مولانا کرامت علی جونپوری، "نور علیٰ نور"، ص ۴۸، ۴۲، بحوالہ سید ابو الحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہیدؒ، ج ۱، ص ۱۱۸ تا ۱۲۲۔ (۳) سید محمد علی، مخزنِ احمدی، بحوالہ مولانا غلام رسول مہر، سید احمد شہیدؒ

زیادتی کے باوجود وعظ سے اُٹھنے اور دکان کھولنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ہزاروں لوگ تائب ہوئے۔ ان میں تانِ بازاری بھی تھیں[44]

تیرھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں جب کہ برصغیر شرک و بدعات کے اثرات سے "ظلمات" کا سماں پیش کر رہا تھا، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے علم و فضل، تدبیر و ارشاد اور ہدایت کی روشنی نے برقِ خاطف کا کام دیا[45]

یہی وہ دَور تھا جس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں :

"دعوت و اصلاحِ اُمت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیے گئے تھے اور اب اس سلطانِ وقت اور اسکندریہ عزم کی بدولت شاہ جہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب سرِ بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرف و حکایت کو نقوش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔"[46]

دعوتِ اصلاح اور سفرِ حج

۱۸۱۸-۱۸۱۹ء میں شاہ اسمٰعیل شہید نے اپنے مرشد سید احمد شہیدؒ کی معیت میں دعوتِ اصلاح کی غرض سے دوآبہ کا طویل سفر کیا۔ اس سفر میں آپ کے مواعظ اور مناظروں نے اصلاح و انقلاب کے روح پرور مناظر پیش کیے۔ مولانا حسین احمد مدنی رقمطراز ہیں :

"بکثرت ہر ہر جگہ باطل سوز انقلابات پیدا کرنے والے مواعظ اور بیانات ہوئے، مناظرے اور مباحثوں کی نوبتیں آئیں، جن میں شاہ محمد اسمٰعیل صاحب کی ذکاوت، حافظہ، حسنِ بیان اور حاضر جوابی سے ہر مقابل کو کھلی کھلی شکست اٹھانی پڑی۔"[47]

اس طویل دورۂ دعوتِ رشد و ہدایت سے کامیاب واپسی پر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، سید صاحبؒ کے ساتھ سفرِ حج پر روانہ ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ مکرمہ بھی ساتھ تھیں۔ دس جہاز کرایہ پر لیے، ہر جہاز کی جماعت کے لیے ایک امیر مقرر کیا گیا۔ کلکتہ سے روانہ ہوئے اور حج و زیارت کے بعد شعبان

---

44 مولانا غلام رسول مہر، جماعتِ مجاہدین، ص ۱۲۴
45 فضل حسین، الحیات بعد الممات، ص ۱۰۵
46 مولانا ابوالکلام آزاد، "تذکرہ"، ص ۲۶۰
47 مولانا حسین احمد مدنی، نقشِ حیات، ص ۲۱

۱۲۳۹ھ (اپریل ۱۸۲۴ء) کو واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں ایک جہاز کی جماعت کے امیر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تھے[46]

دعوتِ جہاد اور ہجرت

حج سے واپسی کے بعد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے سید صاحبؒ کے ایما سے دعوتِ جہاد کا آغاز کیا۔ سر سید احمد خانؒ رقمطراز ہیں:

"بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیرِ طریقِ مہدی اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنیاد ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ مشتہر بیان ہوئے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا اور مجلا ہو گیا اور وہ اس طرح سے راہِ حق سے سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا کہ سر اس کا راہِ حق میں فدا اور جان اس کی اعلاء لواء محمدی میں صرف ہوئے"[47]

کم و بیش پونے دو سال اس دعوت میں صرف ہوئے، جب جا بجا مجاہدین کی جماعتیں تیار ہو گئیں تو غور و فکر کے بعد علاقہ سرحد سے آغازِ جہاد کا فیصلہ ہوا۔ ۷ رجمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے سید احمد شہیدؒ کے ہمراہ بہ غرضِ جہاد سفرِ ہجرت میں قدم رکھا[48]

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ کا اپنے تمام رفقا کے ساتھ ہندوستان سے شمال مغربی سرحد کے آزاد مسلم اقتدار کے علاقے میں ہجرت کرنا سیاسی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اقدام گوناگوں مصلحتوں اور پیش بندیوں کا جامع ہونے کے علاوہ قائدین کی سیاسی بصیرت کا آئینہ دار بھی ہے۔ جہاد کا قیام ہندوستان کے دارالحرب میں ناممکن تھا، اس لیے کہ انگریز، جن سے جہاد درکار تھا، ہندوستان پر پوری طرح حاوی تھے۔ مزید برآں وہ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی حکمتِ عملی پر عمل پیرا تھے، اور یہ بات یقینی تھی کہ وہ خود اس جماعت کے خلاف عام مسلمانوں میں نفرت انگیز پروپیگنڈا ایک سیاسی حربہ کے طور پر شروع کرا دیتے، جیسا کہ بعد کے واقعات اور "وہابی" کے پروپیگنڈے سے اظہر من الشمس ہے اور اگر کسی موقع پر مجاہدین کو ہزیمت کو سامنا ہوتا تو اس صورت میں ان کے لیے کوئی مامون پناہ گاہ

---

[46] (۱) مولانا غلام رسول مہر: مقدمہ تقویۃ الایمان، ص ۱۰، ۱۱

(۲) سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہیدؒ، ج ۱، ص ۳۲۶، ۳۲۷

[47] سر سید احمد خان، تذکرہ اہلِ دہلی، ص ۱۲۰، ۱۲۱ [48] مولانا غلام رسول مہر، مقدمہ تقویت الایمان، ص ۱۱

میسر نہ ہوتی، اسی طرح کی دوسری بہت سی مناسبتوں کے پیشِ نظر قائدین نے ہجرت کا سیاسی اور دفاعی عمل اختیار کیا، خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم کے عہدِ مبارک میں اسی سیاسی اصول کے تحت حبش طائف اور مدینہ کی ہجرت عمل پذیر ہوئی[۵۱] اس لحاظ سے جماعت مجاہدین نے ہر موقع اور ہر موڑ پر اپنے ہر اقدام کو اسوۂ مبارک سے قریب تر رکھنے کی ہر امکانی کوشش کی۔

اس وقت صرف پانچ چھ سو آدمی ساتھ لیے تھے، فیصلہ یہ تھا کہ تجویز کردہ مرکز میں پہنچ کر حالات کے جائزے کے بعد باقی جماعتوں کو بلا لیں گے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اس سفر کے دوران میں عام انتظامی اور تبلیغی مقاصد کے کفیل خاص تھے۔

یہ جماعت رائے بریلی سے بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے مارواڑ، عمر کوٹ، حیدر آباد (سندھ) شکار پور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل ہوتی ہوئی پشاور پہنچی۔ یہ کم و بیش تین ہزار میل کا سفر تھا، اس میں تپتے ہوئے صحرا بھی تھے، جہاں میلوں تک پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی۔ دس مہینے کی اس طویل صبر آزما مسافت کے بعد نومبر ۱۸۲۶ء کے آخر میں مجاہدین پشاور میں فروکش ہوئے[۵۲]

جہاد

شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریکِ جہاد کا ہدف انگریز تھے، ان سے براہِ راست مقابلہ راہ میں حائل شدہ سکھ طاقت جو کہ انگریزوں کے لیے ایک فصیل کا کام دے رہی تھی، کا خاتمہ کیے بغیر ممکن نہ تھا، اس لیے حالات اور ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے پہلا فریقِ مقابل اسی کو قرار دیا گیا اور اس مقصد کے لیے باقاعدہ "اعلام نامہ جہاد" روانہ کیا گیا۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو جہاد بالسیف کا آغاز ہوا، اس سلسلے میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مخصوص و ممتاز کارناموں کی اجمالی کیفیت حسبِ ذیل ہے:

(۱) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہی کی کوششوں سے اہلِ سرحد نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر امارتِ جہاد کی بیعت کی ا

---

۵۱ مولانا حامد الانصاری، غازی، اسلام کا نظامِ حکومت، ص ۹۴ (طبع دوم)

۵۲ مولانا غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ج ۱، ص ۳۲۹

سرحد میں علما یا اکابر سے مذاکرات شاہ اسمٰعیل شہید ہی نے کیے۔

(۲) ضلع ہزارہ میں جہاد کی تنظیم انھوں نے فرمائی۔ شنکیاری کی جنگ میں ان کے ساتھ اگرچہ صرف دس گیارہ مجاہد تھے، تاہم غیر معمولی استقامت سے سکھوں کے خاصے بڑے لشکر کو شکستِ فاش دی، اس جنگ میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی قبا گولیوں سے چھلنی ہو گئی اور ایک انگلی پر گولی کا زخم لگا، بعد میں اس انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزاحاً فرمایا کرتے تھے :

"یہ ہماری انگشتِ شہادت ہے"[۳]

(۳) بیعتِ اقامتِ شریعت کا انتظام بھی انھی کے حسنِ تدبر کا کرشمہ ہے، جس کے باعث اہلِ سرحد پہلی مرتبہ صحیح شرعی حکومت کی برکات سے متمتع ہوئے۔

(۴) امب، ھنڈ، مردان اور مایار کی جنگوں میں نمایاں فتوحات شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہی کی حربی قابلیت اور خداداد بصیرت کی مرہونِ منت ہیں۔ فتح پشاور کے بعد سلطان محمد خان بارک زئی سے گفت و شنید کے لیے قرعۂ فال شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہی کے نام پڑا۔

(۵) جنگ شیدو میں جب درّانیوں نے سکھوں سے سازش کر کے سید صاحبؒ کو زہر دیا اور ان کی حالت خراب ہو گئی تو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے نہ صرف انھیں بحفاظت جائے عافیت کی طرف روانہ فرمایا، بلکہ مسلمانوں کے لشکر کو کفار کے ہاتھوں سے بھی محفوظ رکھا۔

(۶) جن معرکوں کی قیادت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے کی وہ اکثر و بیشتر کامیاب رہے اور مجاہدین کو بہت کم نقصان اٹھانا پڑا۔ قلعہ ھنڈ پر قبضہ اس کی بین دلیل ہے۔ اسی طرح زیدہ کی جنگ میں صرف سات سو غازیوں (تین سو ہندوستانی اور چار سو ملکی) کے ساتھ یار محمد خان کے لشکر پر فتح پائی، جن کے پاس دس ہزار فوج اور توپیں تھیں۔ اس جنگ میں صرف دو غازی شہید ہوئے۔

(۷) مایار کی جنگ میں تین ہزار غازیوں کے ساتھ (جن میں بیشتر ملکی تھے) آٹھ ہزار درّانیوں کو شکستِ فاش دی۔

۳ھ (۱) سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید، ج ۲، ص ۱۰

(۲) مولانا غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ج ۲، ص ۱۹

(۸) غرض پرستوں کی عناد آرائی کے باعث جب علاقہ سرحد کے حالات نازک صورت اختیار کر گئے اور سید صاحب نے اس مرکز کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑی راستوں سے کشمیر کا قصد فرمایا تو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بھی ان کے ساتھ تھے۔

(۹) سفر کشمیر ہی کے سلسلے میں ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کی جنگ پیش آئی جس میں سید صاحبؒ، شاہ اسمٰعیل شہید اور بیشتر ممتاز مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا[۵۴]

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سید ہاشمی فرید آبادی مصنف "تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت" نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی شہادت کا قطعۂ تاریخ حسبِ ذیل الفاظ میں موزوں کیا ہے:

فاضل عالی مقام، زاہد والا جناب وارث و شائع گر علم رسالتمآب ﷺ

زینت اسمِ ذبیحؑ، عزت نسل عدی قائد خالدؓ مثل، کشتۂ حمزہؓ جواب

مظہر عاشق حمید، مصدق مات شہید عالم کامل عمل، صائح مصلح خطاب

زندہ جاوید را سال وفاتے نبود
چشم بصیرت ببیں: "شاہ شہید بے بخواب"[۵۵]
۱۲۴۶ھ

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ذاتِ گرامی ایک جامع الکمال ہستی تھی۔ ان کی سیرت کا ہر پہلو اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایک مستقل تصنیف کا متقاضی ہے۔ ان کی زندگی انتہائی سادہ اور بے تکلف تھی۔ ان کو بصیرت کا خاص نوا حاصل ہوا تھا۔ وہ سرسری ملاقات میں آدمی کی نیت اور ارادے کے متعلق صحیح اندازہ فرما لیتے تھے۔ شرعی معاملات میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ افراط و تفریط کی بجائے توسط پر عامل تھے۔

---

[۵۴] مولانا غلام رسول مہر۔ مقالہ اسمٰعیل شہیدؒ، دائرۂ معارف اسلامیہ، ج ۲، ص ۱۵۷

[۵۵] سید ہاشمی فرید آبادی، "تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت" ج ۲، ص ۳۰۴